نو آبادیاتی استعماریت کے نقوش اور نولکھی کوٹھی۔تنقیدی جائزہ

اللہ یار ثاقب

Allah Yar Saqib

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

ڈاکٹر مشتاق عادل

Dr. Mushtaq Adil

Assistant Professor, Department of Urdu,
University of Sialkot, Sialkot.

Abstract:

Colonial system affected the whole world. Wherever the colonialists went, they imposed their laws, social norms and political rule on the inhabitants of that territory. On account of these steps, exploitation of thelocal population occurred. Only a few of the Pakistani novelists have touched this subject and Ali Akbar is one of such novelists. In this article under discussion, with reference to Ali Akbar Natiq's novel "Naulakhi Kothi", it has been mentioned how the novelist has displayed the scenes of the exploitation of the local people and how the vices of the colonial system have been brought out. This novel carries such features of colonial imperialism whose awareness should necessarily be given to the coming generations.

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ زمانہ قدیم سے ہی استعماریت کسی نہ کسی صورت میں موجود رہی مگر بیسویں صدی میں اس کے سائے بہت گہرے ہوگئے۔قبل از مسیح سے شروع ہونے والے اس سلسلے کا مقصد کسی علاقہ یا ملک پر قبضہ کر کے اس کے وسائل کو قابو میں لانا ہوتا تھا۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔فرق یہ پڑا کہ آہستہ آہستہ استعمار کے اہداف و مقاصد میں تبدیلی آتی گئی۔ وسائل پر قبضہ کے ساتھ لسانی، تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے بھی فاتح اثر انداز ہوئے اور مفتوحہ علاقوں کی تہذیب و ثقافت میں واضح تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ یہی نو آبادیاتی نظام میں بھی ہوا۔نو آبادیاتی نظام کسی ایک علاقے کے لوگوں کا دوسرے علاقوں میں جا کر اپنی نئی آبادیاں قائم کرنا اور اردگرد کے علاقوں پر قبضہ کر کے اسے توسیع دینا ہے۔ جہاں یہ نو آبادی قائم کی جاتی ہے وہاں کے اصل باشندوں پر قابض گروہ عموماً اپنے قوانین، معاشرت اور حکومت مسلط کر کے وہاں کی مقامی تہذیب و ثقافت کو نقصان پہنچاتا

ہے برصغیر میں بھی ایسا ہی ہوا۔ یہ نو آبادیاتی دور تھا جس میں فاتح نے اپنے مفتوح کے لیے اپنے معاشی اور سیاسی استحکام اور جبر و استبداد کے ہتھکنڈوں کو مئوثر و مضبوط بنانے کے لیے نظام تعلیم سے لے کر سماجی، سیاسی اور علمی آئیڈیالوجی کا نصاب پڑھانا شروع کر دیا تھا۔

برطانوی سامراج نے پہلے تو اپنی شاطرانہ چالوں کی وجہ سے ہندوستانی شہزادوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دی، ملک کمزور کیا اور پھر قبضہ کر لیا۔ اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے یہاں پر نسلی اور فرقہ وارانہ جھگڑوں کو ہوا دی، فارسی کی بجائے انگریزی متعارف کروا کر ہماری شناخت، تہذیب اور ثقافت سے ہمیں دور کر دیا گیا اور یہ محض اتفاق نہیں تھا بلکہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی ڈاکٹر اشرف کمال کے خیال میں:

> ''دوسرے ملک کو اپنی کالونی بنانے والے ملک خود کو زیادہ تہذیب یافتہ اور کلچرل گردانتے تھے۔ اور انھوں نے مغلوب ممالک میں اپنی تہذیب و ثقافت اور اپنی مرضی کی تعلیم کو رواج دینے کی کوشش کی۔ جس کا مقصد صرف اور صرف نو آبادیات کو ہمیشہ کے لئے ذہنی اور جسمانی طور پر غلام بنا لینے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔'' (۱)

نو آبادیاتی استعماریت نے آہستہ آہستہ اپنا کام دکھایا جس کے نتیجے میں یہاں کی مذہبی، اخلاقی اور سماجی تعلیمات و روایات میں واضح تبدیلی نظر آنے لگی۔ مگر جہاں استعماریت کے مقاصد پورے ہونے شروع ہوئے وہیں مزاحمت نے بھی جنم لینا شروع کر دیا سر سید احمد خاں کے مضامین، نذیر احمد کی ناول نگاری اور شبلی نعمانی کی تصنیفات میں اسی مزاحمتی رویے کی ابتدائی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ اس حوالے سے علی اکبر ولائتی کا خیال ہے:

> ''اہل مغرب کے مشرق والوں کو اپنی تہذیب سے وابستہ کرنے کا مقصد ان کی تہذیبی اقدار پر حملہ کرنا تھا۔ مسلمانوں نے مغرب کے اس سوچے سمجھے منصوبے کے مقابلے میں اپنی دینی اور قومی روایات اور وراثت کو زندہ رکھنے پر کمر باندھ لی۔ لہٰذا بیسویں صدی میں بہت سے دانشوروں نے مغرب کے تسلط کا مقابلہ کرنے کیلئے بیداری اور اصلاح کی کوششیں کیں۔'' (۲)

نو آبادیاتی استعماریت کے خلاف قلم سے جو تحریک سر سید احمد خان نے شروع کی اس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اردو فکشن میں بھی نو آبادیاتی استعماریت کا پردہ چاک کرنے والوں کی کمی نہیں۔ کئی ناول نویسوں نے اس کا خوب نقش پیش کیا ہے۔ ایسا ہی ایک ناول ''نولکھی کوٹھی'' ہے۔

''نولکھی کوٹھی'' علی اکبر ناطق کا ناول ہے جو ۲۰۱۴ء میں چھپا۔ ناول میں ناول نگار نے ایک نوجوان انگریز آفیسر ولیم کو ناول کا مرکزی کردار بنا کر انگریز افسروں کے انداز حکمرانی کو پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ ضلع فیروز پور اور خاص طور پر اس کی تحصیل جلال آباد کے حوالے سے مسلمان اور سکھ سرداروں کی دشمنیاں بھی بیان کی ہیں اور اس پس ماندہ علاقہ کے نوجوان اسسٹنٹ کمشنر ولیم کی علاقہ کی بہتری کے لیے کوششیں بھی سامنے لانے کی کوشش ہے۔ نوجوان مسلمان سردار غلام حیدر کو ناول میں مرکزی کردار کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ قیام پاکستان سے قبل ہونے والے الیکشن کے مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت ہونے والی قتل و غارت اور ڈوگرہ فوج کی زیادتیوں کی بھی عکاسی اس ناول میں نظر آتی ہے۔ ولیم اور سردار غلام حیدر کے

علاوہ دیگر کرداروں میں سردار سودھا سنگھ، مولوی کرامت علی اس کا بیٹا فضل اور پوتا نواز الحق نمایاں ہیں۔ ناول میں نو آبادیاتی استعماریت کے عمدہ نقوش دیکھنے کو ملتے ہیں۔

نو آبادیاتی استعماریت کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو واضح ہوتا ہے کہ سامراجی قوتیں جہاں بھی گئیں انہوں نے سب سے پہلے اپنے ملکی مفاد کو سامنے رکھا اور زیر تسلط ملکوں کے وسائل کو لوٹ کر اپنے عوام کو فائدہ پہنچایا۔ انگریز برصغیر میں جہاں ہسپتال اور سکول بنا رہے تھے، نہریں نکالی گئیں اور ریل کی پٹڑی بچھائی جا رہی تھی وہاں یہ وہ وسائل کو لوٹ کر یہاں کا خام مال انگلستان لے کر جا رہے تھے۔ ان کے فلاحی منصوبوں کے پس پردہ بھی خود غرضی نمایاں تھی۔ یہاں تعینات ہونے والے افسروں کی تربیت کے دوران انہیں یہ باور کرایا جاتا کہ ان کا کام حکمرانی کرنا ہے اور حکمران کو ہمیشہ اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے۔ انہیں سختی سے کہا جاتا کہ عوام کے ساتھ ایسا رویہ اپنائیں کہ وہ ہمیشہ خائف رہیں اور کسی بھی معاملے میں سر نہ اٹھا سکیں۔ تمہاری ہیبت قائم رہے گی تو حکومت رہے گی۔ ناول میں اس پہلو کو بڑے دلچسپ طریقے سے اجاگر کیا گیا ہے۔ جب ولیم کو تحصیل جلال آباد کے اسسٹنٹ کمشنر کے طور پر بھیجا جا رہا تھا تو ڈپٹی کمشنر نے اسے سمجھایا:

> ''تم ایک انگریز ہو۔ یہاں تمہاری حیثیت حاکم کی ہے ہم یہاں کی زمین سے رومانس نہیں، حکومت کرنے آئے ہیں۔۔۔۔۔۔ اگر مقامی سے سو دفعہ ملو تو ہر بار اجنبی کی طرح کیونکہ تمہاری قربت اسے تمہاری ہیبت سے باہر کر دی گی اور یہ بات قانون کو چھوٹا کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہی قانون ہماری ایمپائر کا حقیقی ستون ہے۔'' (۳)

سامراج اپنے مفاد کی خاطر طرح طرح کی چالیں چلتے ہوئے نو آبادیوں میں ایسے چکر چلاتے ہیں کہ عوام کو سمجھ ہی نہیں آنے دیتے اور فلاح و بہبود اور ترقی کے نام پر لوٹ کھسوٹ جاری رکھتے ہیں۔ برصغیر میں بھی انگریز حکمرانوں نے یہی کیا۔ نئے قانون بنائے، قانون ساز اسمبلیاں بنیں، فلاح و بہبود کے منصوبے بنے مگر یہ سب عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے تھے۔ ناول نگار اس رویے سے بخوبی آگاہ ہے اور گہرے مطالعہ کی بدولت اس حقیقت کو بہت خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ڈپٹی کمشنر ہیلے، اسسٹنٹ کمشنر جلال آباد ولیم کو سمجھا رہا تھا:

> ''تمہارے ہیٹ کی چوڑائی پگڑی سے زیادہ ہونی چاہیے اور سگار کا دھواں حقے سے تلخ۔ تم ان کی آنکھوں میں دھواں بھرتے رہو تا کہ یہ صاف نہ دیکھ پائیں۔ اس کے بعد جو تمہاری عینک انہیں دکھائے، یہ وہی دیکھیں لیکن دھواں تمہاری اپنی آنکھوں کی طرف نہ آنا چاہیے۔'' (۴)

ناول نگار نے انگریز حکمرانوں کی ہندوستان کے لوگوں کے بارے میں رائے اور رویوں کی بھی بہت عمدہ طریقے سے عکاسی کی ہے۔ اس نے واضح کیا ہے کہ وُہ کالے لوگوں کو جانوروں سے بھی کم تر سمجھتے تھے اور ان کا مقصد یہاں حکمرانی کرنا تھا، یہاں کے وسائل کو لوٹنا تھا اور ہندوستان سے خام مال لے جا کر اپنی صنعتوں کو ترقی دینا ان کی اولین ترجیح تھی۔ ولیم جس کو ہندوستان سے اس لیے بھی محبت تھی کہ یہ ملک اُس کی جنم بھومی تھا اور وُہ انگلینڈ میں تعلیم کے سلسلہ میں رہائش پذیر رہا تو بھی اُسے ہندوستان یاد آتا تھا۔ اُس نے جب لوگوں کے مسائل حل کرنے میں دلچسپی لی اور عوام سے تھوڑا بہت رابطہ بحال کیا تو نہ صرف اس کے سینئر انگریز افسروں کو یہ رویہ ناگوار گزرا بلکہ اس کے والد اور والدہ نے بھی اس بات کا برا منایا کہ وُہ عوام کے قریب کیوں جاتا

ہے اور کالے لوگوں کو منہ کیوں لگا تا ہے۔

ناول میں اس حقیقت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے کہ انگریز حکمرانوں نے اگرچہ برصغیر کے لوگوں کے حالات میں کچھ تبدیلی کی بھی۔ سرکاری سکول بنائے جہاں سے انہیں کلرک پیشہ لوگ میسر آنے شروع ہو گئے جو ان کی حکومت چلانے اور دفاتر کا نظام سنبھالنے میں ان کے مددگار ثابت ہوئے مگر وہ اس سے زیادہ ترقی کے حق میں نہ تھے۔ ان کے خیال میں افسری صرف انگریزوں کا حق تھا اور انہیں کے پاس رہنا ضروری تھا۔ ولیم کے عوامی رویے کی شکایات جب حد سے بڑھ گئیں تو آخر ایک دن اس کے والد جانسن صاحب نے اُسے اپنے پاس بلا کر حالات کی نزاکت سمجھاتے ہوئے اپنا رویہ تبدیل کرنے کا مشورہ دیا۔ جانسن چونکہ خود بھی ڈپٹی کمشنر اور پھر کمشنر کے عہدوں پر کام کر چکا تھا اور انگریز حکمرانوں کے طریقہ سے بخوبی واقف تھا گویا ہوا:

> ''تمھیں معلوم ہونا چاہیے، کالے اور سفید لوگوں کے درمیان ایک لکیر ہے۔ اُسے جب عبور کیا جائے گا، اُسی وقت یہ زمین اپنے گلے سے ہمارے اقتدار کی رسی کاٹ دے گی۔ میں بھی اِس حق میں ہوں کہ کالوں کی غربت اور جہالت ختم ہونی چاہیے۔ اُسے بہت حد تک ہم نے ختم کیا بھی ہے لیکن کیا آپ اِس بات کو بھول گئے کہ ہماری ان پر حکومت کا سبب ان کی یہی جہالت ہے۔ چنانچہ اُسے ایک حد تک ان پر مسلط رکھنا ضروری ہے۔'' (۵)

نو آبادیات کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے سامراجی طاقتیں کئی چالیں چلتی ہیں۔ ''لڑاؤ اور حکوت کرو'' جیسے اصول پر عمل کرتے ہوئے مذہبی منافرت، فرقہ بندی، صوبائیت اور برادری ازم کو ہوا دے کر لوگوں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مختلف سیاسی پارٹیوں اور ان کے کارکنوں کے درمیان ایسا ماحول پیدا کر دیا جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی جان کے پیاسے بن جاتے ہیں۔ ناول نگار نے اس صورت حال کی عمدہ صورت میں عکاسی کی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ قیام پاکستان سے قبل ہی ایسے حالات پیدا کر دیے گئے تھے کہ کانگریس، یونینیسٹ پارٹی اور مسلم لیگ کے کارکن ایک دوسرے کی جان کے دشمن بن چکے تھے۔ دوسری طرف سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان دشمنی عروج پر پہنچ چکی تھی۔ سکھ شمشیر سنگھ کی قیادت میں لڑنے مرنے کے لیے میدان میں آ گئے تو مسلماں غلام حیدر کی قیادت میں سامنے ڈٹے ہوے تھے:

> ''مرنے والے اور لڑنے والوں کے پاس اب نہ تو قائداعظم تھا، نہ نواب افتخار اور نہ ہی گاندھی اور نہرو موجود تھے۔ وہ سب لیڈر اپنے گھروں میں محفوظ، اِس بات سے بھی بے خبر تھے کہ ہندوستان کے صوبے پنجاب کے ضلع فیروز پور کی تحصیل جلال آباد کے تھانے مکھسر کے ایک گاؤں جودھا پور میں اس وقت خون اور پانی کی جنگ ہو رہی ہے۔'' (۶)

''نولکھی کوٹھی'' ہندوستان میں انگریز حکومت کے آخری دنوں کی تاریخ کے ساتھ سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان پیدا ہونے والی دشمنیوں اور اس کے نتیجے میں مارے جانے والے لوگوں کی داستان ہے۔ ناول نگار نے نو آبادیاتی استعماریت کے نقوش کو اتنا دل کش انداز میں اجاگر کیا ہے کہ قاری کے سامنے ایک سچی اور ستھری تصویر آ جاتی ہے بلاشبہ یہ ایک عمدہ کاوش ہے۔ امجد سلیم منہاس کی ''نولکھی کوٹھی'' کے مصنف اور ناول کے حوالے سے رائے ہے:

> ''علی اکبر ناطق ..... حیران کر دینے والا شاعر اور کہانی کار تو تھا ہی لیکن اب ناول نگاری کی دنیا کو نیا رخ دینے بھی آ پہنچا ہے۔ لگتا ہے یہ نوجوان لٹریچر کا کوئی پکھ بھی چھوڑنے کو تیار نہیں

اور دل و دماغ کے گھوڑے کو وسیع میدانوں میں سرپٹ دوڑائے جا رہا ہے۔ تاریخ، ادب اور سیاسیات میں قائم لگے بندھے تصورات کو چیلنج کرنے کے نتیجے میں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ سے لگتا ہے کہ ایک نیا بیانیہ تخلیق ہونے جا رہا ہے۔''(۷)

علی اکبر ناطق کا ناول ''نولکھی کوٹھی'' موضوع کے لحاظ سے منفرد ناول ہے تمام کردار اپنی اپنی جگہ پر پوری طرح واضح نظر آتے ہیں۔ سارا ناول صیغہ واحد غائب میں لکھا گیا ہے تاہم آخری چند صفحات میں واحد متکلم کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اب نقاد اُسے نئی اختراع اور جدت قرار دیتے ہیں یا ناول نگار کی خامی سمجھتے ہیں مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کہ یہ اردو کا ایک اچھا ناول ہے جس میں قیام پاکستان سے قبل کے حالات، قیام پاکستان کے دوران ہونے والی قتل و غارت گری، قیام پاکستان کے بعد کی لوٹ سیل، غریب مزارعوں اور کاشتکاروں کے ہونے والے استحصال اور نو آبادیاتی استعماریت کو بیان کر کے علی اکبر ناطق نے اپنے آپ کو ناول نگاروں کی فہرست میں نمایاں کر لیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، تنقیدی تھیوری اور اصطلاحات، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۶ء، ص:۱۱۰

۲۔ علی اکبر ولایتی، ڈاکٹر، اسلام کی تہذیب و ثقافت، مترجم: معارف اسلام پبلشرز، مطاف: اشتارات نور، ص:۳۷۶

۳۔ ناطق، علی اکبر، نولکھی کوٹھی، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص:۳۰

۴۔ ایضاً، ص:۳۱

۵۔ ایضاً، ص:۲۴۹

۶۔ ایضاً، ص:۳۶۸

۷۔ امجد سلیم منہاس، ایضاً، بیک فلیپ

☆......☆......☆